قرآن ناقابل تحریف آسمانی کتاب

سید مرتضیٰ عسکری

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے جس میں بنی نوع انسان کی جملہ مادی اور معنوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے اور اس کا مقصد دنیائے بشریت کو دنیوی اور اخروی عظمت وسعادت سے مالا مال کرنا ہے۔ اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے خداوند عالم نے الٰہی آئین وقوانین پر مشتمل ایک کتاب نازل فرمائی جس کا نام قرآن ہے جس کے بارے میں دشمنان اسلام بھی یہ اعتراف کرتے چلے آرہے ہیں کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے جی ہاں ! یہ کلام الٰہی اور اسلام کے دو بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے جس میں کسی قسم کی تحریف وتبدیلی یا الٹ پھیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا میں اسلام کے مختلف فرقے تو ہیں لیکن ہر فرقے کی مقدس کتاب قرآن ہی ہے۔ پس اگر قرآن کو مرکز اتحاد واتفاق کہا جائے تو قطعی مبالغہ نہ ہوگا۔ دشمنان اسلام نے اس کلام الٰہی کے سلسلے میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔

تحریف قرآن ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں علماء کے درمیان اکثر گفتگو ہوتی رہی ہے اور دشمنان اسلام اس کو کافی بڑھا چڑھا کر پیش کرتے رہے ہیں۔ ذیل میں اس موضوع پر دنیائے اسلام کے نامور عالم دین سید مرتضیٰ عسکری سے کی گئی گفتگو حاضر خدمت ہے۔

سوال: قرآن مجید کے متن میں ایسا کیا انتظام واہتمام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس آسمانی کتاب کو عہد نزول سے عصر جدید تک ہر طرح کی تحریف اور الٹ پھیر سے محفوظ رکھا جاسکے؟

جواب: آپ کا سوال انتہائی ظریف اور غور طلب ہونے کے ساتھ ہی ساتھ گہرے، تحقیقی اور وسیع جواب کا متقاضی ہے لیکن اس مختصر سی گفتگو میں ان فطری تدابیر وانتظامات کی طرف فقط اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

درحقیقت ظہور اسلام سے قبل کی امتوں پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں تحریف کی ایک اہم اور بنیادی وجہ یہ رہی ہے کہ پیام وحی کے متن اور ارباب دولت واقتدار کے مفاد ومصالح

کے درمیان غیر معمولی ٹکراؤ پایا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ایک گروہ آسمانی کتاب کے حقائق کو چھپانے میں لگ جایا کرتا تھا اور دوسرا گروہ اس میں تحریف والٹ پھیر کی بھرپور کوشش کیا کرتا تھا لیکن قرآن مجید کے لئے جس کو خداوند عالم نے بنی نوع انسان کے لئے ایک جاوید الٰہی کتاب کی حیثیت سے اس دنیا میں نازل کیا ہے اور رہتی دنیا تک اب اس کی جگہ دوسری کتاب نازل ہونے والی نہیں ہے، خداوند عالم کی جانب سے ایسی تدبیر واہتمام یقینی ہے کہ جن کے ذریعہ وہ اس کتاب کی ابدیت وہیشگی کی ضمانت کر سکے اور موقع ومفاد پرست افراد وجماعتیں اس میں کسی قسم کی تحریف بھی نہ کر سکیں۔

اس سلسلے میں ایک اہم تدبیر قرآن مجید میں فقط اصول وکلیات کا بیان ہے اور اس کی شرح وتفسیر کو پیغمبر اکرمؐ کی سنت وسیرت میں تلاش کرنا ہے مثلاً قرآن میں جہاں کہیں نزول وحی کے زمانے میں موجود شائستہ افراد اور برگزیدہ گان الٰہی کا ذکر آیا ہے وہاں نام کی وضاحت نہیں کی گئی ہے ۔ اسی طرح جہاں کہیں لائق لعنت ومذمت افراد واقعات کا بیان ہے وہاں بھی متن میں کسی فرد یا جماعت کا نام نہیں آیا ہے۔

یہ قرآن مجید کا عام مشورہ ہے البتہ ابولہب اور اس کی زوجہ کا ذکر کرتے وقت قرآن کریم نے ان کی اعلانیہ مذمت کی ہے جس سے قانون شکنی نہیں بلکہ حکمت خداوندی کی نشاندہی ہوتی ہے کیونکہ ابولہب اور اس کی زوجہ کو پیغمبرؐ اور مذہب اسلام سے خصوصی عداوت تھی۔ اس کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا اور عربوں کے درمیان اسکی اپنی ایک حیثیت یہ تھی کہ خود پیغمبرؐ بھی اسی قبیلے سے تھے۔ نام کی وضاحت کی وجہ سے اسلام کی راہ میں آنے والی اکثر رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پیغمبرؐ کی ذات کے لئے کوئی خطرہ بھی لاحق نہیں ہوا بلکہ واضح الفاظ میں لعنت ومذمت کفر وعناد کی آگ بھڑکانے والے دوسرے لوگوں کے لئے ایک وارننگ ثابت ہوئی اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ اگر اپنی معاندانہ راہ وروش جاری رکھیں تو ابولہب جیسا انجام بھگتنا پڑیگا۔

درحقیقت خداوند عالم نے قرآنی اصول وکلیات کی شرح وتفسیر ووضاحت کی ذمہ داری اپنے پیغمبرؐ کے سپرد کی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آیۂ کریمہ ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرُکُمْ تَطْھِیْراً'' میں اہل بیتؑ میں سے کسی ایک کا نام نہیں لیا گیا ہے لیکن جب ہم سنت وسیرت پیغمبرؐ کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ رسول خداؐ نے واضح لفظوں میں بتادیا ہے کہ اس آیۂ کریمہ کے مصداق کون لوگ ہیں۔ حدیث کساء میں پیغمبراکرم ایک چادر کے نیچے علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ

وحسینؑ کے ساتھ جمع ہوکر اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرماتے ہوئے ساری دنیا پر یہ واضح کردیتے ہیں کہ میرے اہل بیت اطہارؑ یہ ہیں۔اس کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ پنجگانہ نماز کے وقت علیؑ وفاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے اور ارشادفرمایا کرتے تھے''السّلام علیکم یا اھل البیت''

یا داستان مباہلہ میں ملتا ہے کہ'' قُلْ تَعَالَوا نَدْعُوا اَبنَائکم...'' قرآن نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ''فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ..'' کیونکہ اگر قرآن مجید میں یہ نام آجاتے تو اموی دور کے صاحب اقتدار لوگ ان ناموں کو ہرگز برداشت نہ کرتے۔

اگر اس آیۂ کریمہ''یاَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَيْكَ۔'' میں کلمہ''فی علی'' کی وضاحت کردی جاتی تو جن لوگوں نے آئندہ حکومت پر اپنی نگاہیں لگا رکھی تھیں وہ قرآن کے ساتھ کیا سلوک کرتے ؟!

اسی طرح سورۂ''إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ☆ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ☆إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ''میں پیغمبرؐ کی توہین کرنے والوں کا نام نہیں لیا گیا۔ وہ لوگ کون ہیں جو پیغمبرؐ کے آخری بیٹے کی وفات کے بعد انہیں ابتر اور مقطوع کہا کرتے تھے اور جن کا مقصد پیغمبر کو اذیت پہونچانا تھا ؟ خداوند عالم نے قرآن مجید میں یہ نہیں فرمایا'' عاص بن وائل پدرعمروعاص۔ ھو الابتر۔'' اور نہ یہ فرمایا''امیہ ابن الخلف ھو الابتر۔'' بلکہ ان کینہ پرور اور بدزبان افراد کا تعارف خود پیغمبر اکرم کراتے ہیں۔

اگر قرآن مجید میں واضح طور پر یہ ذکر کردیا گیا ہوتا کہ۔'' والشجرة الملعونة۔'' بنی امیہ ہیں تو ایک فطری بات تھی کہ مسند اقتدار پر قدم رکھتے ہی اموی حکمراں سب سے پہلے قرآن سے اس عبارت کو حذف کرنے میں سرگرم ہوجاتے۔

اسی طرح آیۂ مبارک'' إِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ۔'' عثمان کے بردار رضاعی ولید کے بارے میں نازل ہوئی جس کو خلافت کے تیسرے دور میں حاکم کوفہ مقرر کیا گیا تھا۔ اسی طرح سورۂ منافقون میں عبد اللہ بن ابی کا نام نہیں آیا جبکہ یہ سورہ اسی کے لئے نازل ہوا تھا۔ اس کے علاوہ'' ان الذین ینادونک من ورائالحجرات۔'' نامی آیۂ مبارکہ میں آواز بلند کرنے والوں کا نام نہیں لیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں ایسی بے شمار آیات موجود ہین جن میں افراد وحوادث کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

لیکن قرآن مجید نے ان راہبوں کی نشاندہی ضرور کردی ہے جن کے ذریعہ ممدوحین اور ملعونین کی مکمل شناخت میں کوئی دشواری نہ ہو جیسا کہ ارشاد کیا گیا ہے۔'' ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ لَھُمْ۔''

قرآن کو ہر طرح کی تحریف یا الٹ پھیرے پوری طرح محفوظ رکھنے کے لئے دوسری الٰہی تدبیر اس آسمانی کتاب کا تدریجی اور مخصوص طرز نزول ہے۔ ۲۳ سال کی مدت میں قرآن دو شکلوں میں نازل ہوا۔ ایک وہ آیات ہیں جو بعثت کے آغاز میں مکہ میں نازل ہوئیں۔ یہ چھوٹی اور موزوں آیات ہیں مثلاً "وَالضُّحٰی ☆ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ☆ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ☆ وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْاُوْلٰی " الرَّحْمٰنُ ، عَلَّمَ الْقُرْآن ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَان..."

ان چھوٹی اور موزوں آیات کو حفظ کرنا بہت آسان تھا بالخصوص ایسے زمانے میں جبکہ امی اور غیر پڑھے لکھے لوگوں کی اکثریت تھی اور ایسے لوگ نادر ونایاب تھے جو ان آیات کو لکھ لیتے۔ لیکن اسلام کی وسعت اور علم ودانش کی حوصلہ افزائی نیز وقت کی رفتار کے ساتھ قرآن کی تعلیم میں روز افزوں اضافہ کی وجہ سے دھیرے دھیرے یہ کمی دور ہوتی گئی اور کافی لوگ قرآنی آیات کی کتابت میں سرگرم ہوگئے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے دنوں میں مدینہ میں لمبی لمبی آیات اور سورتیں نازل ہوئی ہیں کیونکہ مکہ کے مقابلے میں مسلمانوں کو مدینہ میں زیادہ سکون واطمینان ومکمل حفاظت کے وسائل وامکانات بھی فراہم تھے۔

جن لوگوں کو پیغمبر اسلامؐ کسی علاقہ میں بھیجنا چاہتے تھے تو ان کے لئے'' اقرئھم للقرآن'' کو کسوٹی قرار دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جب جنگ احد کے کچھ شہیدوں کو نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے پیغمبرؐ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے۔'' اقرء ھم للقرآن '' کو ان کا قبلہ قرار دو۔ جب دو شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے تھے تو کہتے تھے''اقرء ھم للقرآن'' اس وجہ سے اس دور کے معاشرہ میں حافظ قرآن کو غیر معمولی فضیلت حاصل تھی اور مومن ومنافق دونوں ہی حفظ قرآن کے شعبہ میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

میری نظر میں'' کتاب وحی'' والی یہ بات درست نہیں ہے کہ کچھ گنے چنے افراد ہی کتابت وحی میں مشغول رہے ہیں کیونکہ سبھی مسلمان وحی الٰہی کی کتابت اور اس کے حافظہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوا کرتی تھی کہ قرآن کا زیادہ سے زیادہ حصہ

انہیں حفظ ہوجائے چنانچہ اور وہ اسے لکڑی ، پتھر ، ہڈی ،بھیڑ کی کھال اور کپڑوں پر لکھ لیا کرتے تھے اور یہ کام کچھ اس انداز میں انجام پایا کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف یا الٹ پھیر کرنا ناممکن تھا۔

قرآن کے تدریجی نزول کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ جب پیغمبر اکرمؐ پر دو تین آیتوں کا نزول ہوجاتا تھا تو وہ آیتوں کو مسلمانوں کے سامنے پڑھتے تھے اور مسلمان ان آیتوں کو حفظ کرلیا کرتے تھے اور اس کے بعد دوسری آیہ کریمہ نازل ہوتی تھی۔

روایات میں منقول ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں رات کے وقت پیغمبر اکرمؐ نازل شدہ آیات کو جبرئیل کے سامنے دہرایا کرتے تھے بالکل اسی طرح جیسے قرآن حفظ کرنے والے مسلمان ایک دوسرے کے سامنے حفظ شدہ آیات کو پڑھ کر سنایا کرتے ہیں۔

سوال : عالم اسلام میں قرآن کی تحریف کا مسئلہ کب اور کن افراد کے ذریعہ پیش کیا گیا ؟

جواب: مسئلہ تحریف کہنے کے بجائے یہ کہنا بہتر ہوگا کہ کن لوگوں نے اور کب قرآن میں تحریف کی کوشش شروع کی۔

درحقیقت بنی امیہ کی خلافت کے آخری دور میں جماعت زنادقہ کے ذہن میں یہ خیانت آمیز خیال پیدا ہوا کہ وہ اس سلسلے میں سعی لا حاصل کریں۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے مضبوط دلیلوں کی ضرورت ہے جن کو میں نے اپنی زیر تالیف کتاب میں جمع کردیا ہے۔ اگر پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب کی فہرست میں بہت سے جعلی اور نام نہاد صحابی شامل ہیں تو کم ہی لوگ اس بات پر یقین کرتے تھے لیکن میں نے اس سلسلے میں لازمی تحقیق کے بعد ایک کتاب تصنیف کی جس میں ۹۳ ایسے صحابی ہیں جن کا جعلی ہونا ثابت ہے اور زنادقہ نے عمداً ان ناموں کو پیغمبرؐ کے اصحاب کی فہرست میں شامل کردیا ہے۔

اصحاب سازی کے ساتھ ہی ساتھ جعلی راویان حدیث کی بھی لمبی فہرست موجود ہے ۔ میں نے اپنی کتاب میں ایسے ۳۷ راویوں کا ذکر کیا ہے جو جعلی ہیں اور اسی طرح ۳۴ شہر اور جعلی علاقوں کے بارے میں بھی تحقیقی اسناد ومدارک موجود ہیں جن کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ روایات میں جن شہروں اور علاقوں کی بات کہی گئی ہے ان کا کوئی وجود نہیں ہے پس تحریف قرآن کی حدیثیں بھی زنادقہ کی جعل کی ہوئی ہیں۔

تحریف قرآن کی بات پہلے مکتب خلفاء سے شروع ہوئی اور اس کے بعد راویوں کے ذریعہ

اس کو مکتب اہلبیتؑ سے وابستہ کردیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلا آدمی ابومخنف ہے جس نے ۱۷۵یا ۱۵۷ ہجری میں وفات پائی۔

جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے تقریباً ۱۲۰ہجری میں زنادقہ نے یہ حدیث تیار کی ہے یعنی دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ان لوگوں نے تاریخ اسلام کو بھی کافی توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ ان لوگوں نے ابوذر کو ایک خرافاتی شخص اور معاویہ کو ایک ترقی پسند انسان کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ یہ زنادقہ کا کام ہے اور اس کے بعد یہ بات ہمارے اسناد ومدارک میں بھی شامل ہوگئی۔ ابومخنف کے بعد مرحوم شیخ مفید نے بھی اس سے روایات نقل کی ہیں اور آج تک مکتب اہلبیت کے انتہا پسند افراد اس خراب کاری میں لگے ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے زنادقہ نے مکتب خلفاء میں خراب کاری کررکھی ہے۔

❖